بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ آزادی سب کیلئے، غلامی کسی کیلئے نہیں ☆

خلیفہ رابع ۵ دسمبر ۱۹۸۶ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہاد آزادی ضمیر کے لیے کیا تھا اور وہ جہاد تمام بنی نوع انسان کی خاطر کیا گیا ہے، صرف اسلام کی خاطر نہیں کیا گیا۔ ہمیشہ سے جب سے انسان انسانیت کو پاؤں تلے روندنے والوں سے مقابلہ کرتا چلا آرہا ہے۔ جب سے آزادی ضمیر کی خاطر کسی نوع کی جنگ بھی جاری ہے، سب سے زیادہ اس مضمون میں عظیم الشان اور کامل جہاد حضرت اقدس محمد مصطفےٰ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ آپ کے مطالبات اس مضمون میں یہ تھے کہ سب سے پہلے آپ نے سوسائٹی کو اس طرف متوجہ کیا کہ ہر شخص اپنی سوچوں اور اپنے ایمان میں آزاد ہے۔ کوئی حق نہیں ہے کسی کا کہ کسی کی سوچ پر اور اسکے ایمان پر، اس کے نظریات پر کسی قسم کی قدغن لگائے اور جبراً ان کو تبدیل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ جو اعلان ہے یہ اسلام کے لیے نہیں ہے بڑی جہالت ہے اگر اسے یہ سمجھا جائے کہ صرف اسلام کی خاطر ہے۔ یہ تو آزادی ضمیر کا جہاد ہے، شرف انسانی کو قائم کرنے والا جہاد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان حق نہیں رکھتا کہ کسی اور انسان کے نظریات کو اور اس کے خیالات کو، اس کی سوچوں کو تبدیل کرے زبردستی یا اس پر جبر کے تالے لگا دے اور اس کو ان سوچوں کے اظہار کا حق نہ ہو۔ تو یہ دوسرا جہاد کا پہلو یہ تھا۔ آپ نے یہ فرمایا اور قرآن کریم اس مضمون کو کثرت سے بیان کرتا ہے کہ صرف یہ نہیں کہ انسان کو خود اپنی سوچوں میں آزادی نصیب ہے بلکہ اس کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ جو وہ سوچتا ہے، جو وہ دیکھتا ہے، جو وہ سمجھتا ہے اسے دوسروں سے بیان کرے اور اس کا نام بلاغ ہے پہنچانا۔ جب وہ بیان کردے تو پھر لست علیھم بمصیطر کا مضمون شروع ہو جاتا ہے۔ بیان کرنا مبین طریق پر، کھول کھول کر یہ تو فرض ہے ہر انسان کا، اس کا حق ہے لیکن جبر کو اس میں دخل نہیں ہوگا۔ کسی قسم کے جبر کی اجازت نہیں ہوگی۔ چوتھا پہلو اس جہاد کا یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اسکے نتیجے میں بات مان لے اور اپنے خیالات تبدیل کردے تو ہرگز کسی دوسرے کا حق یہ نہیں ہے کہ وہ زبردستی اس کو اس تبدیلی خیال سے روکے اور کہے کہ ہرگز ہم تمہیں اپنا خیال تبدیل نہیں کرنے دیں گے اور اسکے نتیجے میں خیال تبدیل کروانے والے کو سزائیں دیں اور اسکو بھی مارے اور اس کی مخالفت بھی جسمانی طور پر کرے، ہر قسم کی تعزیری کاروائی اس کے خلاف کرے۔ کہ چونکہ تم ہماری سوسائٹی کے خیال تبدیل کر رہے ہو اس لیے ہم حق رکھتے ہیں کہ تمہارے گھر لوٹیں اور تمہارے گھر جلائیں، تمہارے اموال لوٹیں تمہیں ذبح کریں تمہیں ہر قسم کی اذیتیں پہنچائیں، قانونی روکیں ڈالیں قید میں تمہیں دھکیلیں کیونکہ تمہیں کوئی حق نہیں کہ سوسائٹی کے خیال تبدیل کرو۔

تو پہلا حصہ مضمون کا ایسے خیالات سے تعلق رکھتا ہے جو طبعاً ہر انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں یا وہ لیکر پیدا ہوا ہے۔ اپنے ماں باپ سے ورثے میں پائے ہیں اس میں تبدیلی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کسی قسم کے وہ خیالات ہوں، سچ ہوں، جھوٹ ہوں، نورانی ہوں یا ظلماتی ہوں اس سے بحث ہی کوئی نہیں۔ اعلان آپ کا یہ تھا اور یہ قرآن کریم نے بار بار بڑی تحدی سے اعلان فرمایا کہ ہر انسان آزاد ہے اپنی سوچوں

میں۔اس کی سوچوں پر کوئی پہرے نہیں لگائے جاسکتے۔دوسرا اعلان یہ کہ اپنی سوچوں کے بیان کرنے میں آزاد ہے۔تیسرا اعلان یہ کہ اس بیان کو سن کر اگر کوئی اپنی سوچیں تبدیل کرے تو اس پر دخل دینے کا بھی کسی کو حق نہیں۔چوتھا یہ کہ اس بات کو جرم نہیں سمجھا جائے گا کہ کوئی اپنے خیالات بیان کر کے کسی دوسرے کے خیالات تبدیل کر رہا ہے اور اسکے نتیجے میں اسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔یہ عظیم الشان آزادی ضمیر کا جہاد ہے جو آج بھی تمام انسان کو متوجہ کر رہا ہے اپنی طرف۔آج جتنی جدوجہد ہے انسانی زندگی میں اس میں جتنی خرابیاں نظر آرہی ہیں،ان خرابیوں کا آپ تجزیہ کریں تو ہر جگہ آپ کو ان بنیادی ہدایات سے روگشی نظر آئے گی۔تب وہ خرابی پیدا ہوگی۔کوئی شخص ان حقوق میں دخل اندازی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔کوئی حکومت ان حقوق میں دخل اندازی کرنے کی کوشش کرتی ہے۔اسکے نتیجے میں فساد پیدا ہوتا ہے،دکھ پیدا ہوتا ہے،ظلم پیدا ہوتا ہے۔نظریاتی جدوجہد خون خرابے کی جدوجہد میں تبدیل ہو جاتی ہے۔اور پھر جھوٹے اور مصنوئی اعلان کرنے والے یہ اعلان کرتے ہیں کہ نہیں نہیں ہم تو آزادی ضمیر کی خاطر لڑائی کر رہے ہیں اور دوسرے مقابل پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ نہیں نہیں ہم تو آزادی ضمیر کی خاطر جہاد کر رہے ہیں تم زبردستی بدلا رہے ہو۔کوئی پہلے فریق پر الزام لگاتا ہے،وہی الزام پہلا فریق دوسرے پر لگاتا ہے۔تو بنیادی طور پر جہاں بھی نظریات میں کسی قسم کے جبر کی اجازت دی جائے اور نظریات تبدیل ہونے کا جو منظر ہے یہ برداشت نہ ہو سکے کسی سے۔اپنے بچوں کو دیکھ رہا ہو کہ کسی کی بات سن کر اس سے متاثر ہو رہے ہیں اور اپنے خیالات بدل رہے ہیں۔اسکے سینے میں ایک آگ لگ جائے،وہ کہے کہ میں یہ نہیں ہونے دونگا۔ہر ایسے شخص کے مقابل پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا جہاد کھڑا ہو جائے گا آزادی ضمیر کے نام پر جو آپ نے جہاد کیا۔اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اسکی تائید کرے جس نے واقعتاً دلائل کے نتیجے میں اپنا مذہب تبدیل کیا ہے،اپنے خیالات تبدیل کئے ہیں اور ہر ایسی جبر کی کوشش کا مقابلہ کرے جو ان بنیادی انسانی حقوق میں مداخلت کرے۔☆

(خلیفہ رابع کا ۵ دسمبر ۱۹۸۶ء کا خطبہ جمعہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو آزادی ضمیر کا حق بخشا ہے۔میرے خیال میں خلیفہ رابع نے اپنے الفاظ میں اسکی بہت خوبصورت وضاحت فرمائی ہے۔اب سوال یہ ہے کہ خلیفہ رابع نے آزادی ضمیر کی جو تشریح فرمائی ہے اور جس کا وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے نام پر اہل دنیا سے مطالبہ بھی کر رہے ہیں۔کیا وہ یہ حق حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی ذریت کو بھی دینے کیلئے تیار تھے؟ میرے خیال میں قطعاً نہیں۔حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی اولاد کیا بھیڑ بکریاں اور کیڑے مکوڑے تھے اور ہیں؟ ان آزادی ضمیر کے بلند دعاوی کرنیوالوں کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ احمدی جو حضرت مسیح موعود کے تمام دعاوی پر یقین رکھتا ہو کسی فروعی یا ضمنی مسئلہ میں نظریاتی اختلاف کی بنا پر اسے یہ لوگ حضورؑ کی جماعت سے اخراج کی سزا دیں۔گویا اختلاف آزادی ضمیر کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں کے ذاتی اور جھوٹے نظریات سے اور اخراج اس بیچارے غریب کا حضرت مسیح موعود کی جماعت سے۔باالفاظ دیگر ان لوگوں نے اپنے جھوٹے نظریات اور جبر کو دوام دینے کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کو ڈھال بنایا۔حضرت مسیح موعودؑ کے مخالف علمائے اسلام نے یہی حربہ آپؑ کے خلاف استعمال کیا تھا۔حضورؑ کا اپنے مخالفوں سے اختلاف فروعی مسائل میں تھا۔لیکن ان مخالفوں نے نہ صرف آپؑ پر کفر کا فتوی لگایا بلکہ دین اسلام اور عالم اسلام سے اخراج کی سزا بھی آپ کو دی گئی۔مرزا محمود اور اسکے جانشینوں نے بھی فروعی مسائل میں اختلاف کی بنا پر اپنے مخالفوں کیساتھ یہی حربہ استعمال کیا۔کیا ہم ان نام نہاد خلفاء کو حضرت مسیح موعودؑ کا پیروکار کہہ سکتے ہیں۔ہرگز نہیں۔ایک عام احمدی جس نے خود یا اس کے آباؤ اجداد نے حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کیا تھا۔کیا اس ایمان کے نتیجہ میں ایک فرعونی نظام کیساتھ وہ اتنا ذلیل اور گھٹیا بنا دیا گیا ہے کہ آزادی ضمیر کا وہ مسلمہ حق جسے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ اور اسکے مسیح موعودؑ نے ہر انسان کا پیدائشی حق قرار دیا ہے وہ بیچارہ غریب احمدی اس پیدائشی حق کا بھی حقدار نہیں رہا اور یوں اسے ”حقیقی اسلام“ کے نام پر اس سے بھی محروم

کردیا گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حالانکہ اس وقت معلوم دنیا میں آزادی ضمیر کا یہ حق ہر مذہب اور ہر قوم نے اپنے افراد کو دے رکھا ہے۔ جماعت احمدیہ میں یہ آزادی ضمیر کا حق کیا صرف مرزا محمود اور اسکے جانشینوں کیلئے تھا اور ہے؟ اس سے بڑا ظلم اور جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے کہ کوئی انسان دوسروں سے تو ایک حق کا مطالبہ کرے لیکن وہی حق اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو دینے کے لیے تیار نہ ہو؟ کیا انہی جھوٹے لوگوں نے غلبۂ اسلام کا کارنامہ سرانجام دینا ہے؟ ان لوگوں کا مشن غلبۂ اسلام کے بھیس میں غلبۂ خاندان تھا جو کہ انہوں نے جھوٹے طور پر اللہ تعالیٰ، رسول ﷺ اور مسیح موعود کا نام لے کر پورا کیا ہے۔ بھٹو صاحب نے سیاسی اقتدار کے حصول کیلئے غریب عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان کے سبز باغ دکھائے تھے۔ حالانکہ آج بھی پاکستان میں غرباء کی اکثریت ان بنیادی ضرورتوں سے محروم ہے۔ سیاست میں تو ایسے فریب چلتے ہیں کیونکہ یہ سیاست ہے۔ اور سیاست میں کسی کے سیاسی منشور کو ماننا یا نہ ماننا ہر انسان کا اختیار ہے۔ مذہب کے مقدس پلیٹ فارم پر ایسے بزرگ ناموں کے نام پر فریب دیکر اپنے ذاتی مفادات کو حاصل کرنا انتہائی گھٹیا اور مکروہ حرکت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا رسول ﷺ اور اس کا مسیح موعودؑ لوگوں کی کمزوری ہیں اور ان مقدس ناموں پر وہ بیچارے مرمٹنے کیلئے تیار ہیں۔ میں حیران ہوں ان لوگوں کی دلیری پر کہ یہ ذرہ بھر نہیں سوچتے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ اور اسکے مسیح موعودؑ کے نام پر کیا کر رہے ہیں؟ آخر ایک دن مرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دینا ہے۔ دنیا میں تو ''حقیقی اسلام'' کے نام پر لوگوں کو خوب فریب دے لیے لیکن بزرگ و برتر رب کے حضور تو یہ فریب نہیں چلے گا۔ **میرا احباب جماعت سے سوال ہے کہ کیا ایسا مکر کرنے والے مرزا محمود اور اس کے جانشین اسلامی خلفاء یا خلفائے راشدین کہلا سکتے ہیں؟** کیا محمودیت خلافت راشدہ ہو سکتی ہے؟ بہر حال یہ لوگ اس دین اسلام کے ہرگز نمائندے نہیں جو کہ آنحضرت ﷺ دنیا میں لائے تھے۔ ان نام نہاد خلیفوں کے متعلق تم خلفائے راشدین ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتے چہ جائیکہ تم انہیں خلفائے راشدین خیال کرو۔ انہیں خلفائے راشدین کہنا خلفائے راشدین کی توہین ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

'' یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ۝ کَبُرَ مَقْتًاعِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ۝'' (صف:۳،۴) ترجمہ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

کیا اللہ تعالیٰ اپنے ان الفاظ میں ایسے لوگوں کو جنکے قول و فعل میں تضاد ہو جھوٹے اور گناہ گار نہیں ٹھہرا رہا؟ کیا ایسے جھوٹے اور گناہگار لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے خلیفے بنایا کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلفاء کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہوا کرتا۔ فتدبر؟

یاد رہے کہ دین اسلام کو اتنا نقصان اسکے دشمنوں نے نہیں پہنچایا جتنا کہ خود مسلمان کہلوانے والوں نے اسے پہنچایا ہے۔ یہی مصیبت احمدیت کو بھی لاحق ہو گئی۔ اسے بھی اتنا نقصان اسکے مخالفوں نے نہیں پہنچایا جتنا کہ اسکے بانی کی جسمانی اولاد نے اسے پہنچایا ہے۔ عالم اسلام کا اجتماعی زوال ہمارے فکری زوال کیساتھ شروع ہو گیا تھا۔ جب تک ہم اسلام کی صحیح روح سے واقف تھے اس وقت تک ہمارے ذہن بھی کشادہ تھے۔ چنانچہ عروج کے دنوں میں کوئی نظریہ ایسا نہ تھا جسے عقیدے کا رنگ دے کر اس پر بحث و مباحثے کا دروازہ بند کیا ہو۔ چنانچہ اس دور میں ایسے ایسے مسائل پر کھلی بحثیں ملتی ہیں جن کا ذکر بھی آج کل ممنوع ہے۔ دونوں طرف کے علماء اپنے اپنے دلائل دیتے تھے اور اس فکری آزادی کا نتیجہ علم کے مختلف شعبوں میں نئے نئے خیالات اور نئے نئے نظریوں کی صورت میں سامنے آیا۔ آجکل صورت حال یہ ہے کہ ہم سے اپنے ذہن سے سوچنے کی آزادی سلب کر لی گئی ہے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے سر پر محمودیت (تعصب، تنگ نظری، انتہاپسندی، یوم مصلح موعود اور خلیفہ خدا بناتا ہے، وغیرہ) کا کلبوت چڑھا دیا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں اس کا سر چھوٹا اور منہ بڑا ہو جاتا ہے۔ اس علمی اور فکری گھٹن اور جبر کی صورت حال میں کیا ہم غلبۂ اسلام کی توقع رکھ سکتے ہیں؟ کیا ان شکنجے میں جکڑے ہوئے دماغوں کو آزاد کیے بغیر ہم جدید علوم و فنون میں دنیا کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ کیا یہ ''اسیران راہ مولا'' علم و معرفت میں کوئی کمال حاصل کر سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔ اگر ہم اپنی عظمت رفتہ کی بحالی چاہتے ہیں تو ہمیں سب سے پہلے آزادی فکر کیلئے جدوجہد کرنا ہو گی کیونکہ ہماری پستی کا اسکے سوا کوئی علاج نہیں۔ مزید برآں ہمیں چاہیے کہ ہم دوسروں کے موقف کو بھی اسی سنجیدگی کے ساتھ سنیں اور دیانتداری کے ساتھ پرکھیں جس کی توقع ہم دوسروں سے رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے موقف کے ساتھ برتیں۔

قرآن مجید اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کے ساتھ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ خلیفہ ثانی پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ میں نہیں آتے اور اس طرح آپ کا دعویٰ مصلح

موعود قطعی طور پر جھوٹا اور جماعت احمدیہ میں ایک سنگین جرم اور فساد تھا اور ہے۔ اپنے جھوٹ کو دوام دینے اور سچ کو دبانے کیلئے آپ نے نظام کی شکل میں نہ صرف ایک فوج تیار کی بلکہ ''Divide and rule'' کی پالیسی کے تحت جماعت کو مختلف تنظیموں میں تقسیم کر دیا (اطفال الاحمدیہ، خدام الاحمدیہ۔ انصاراللہ۔ ناصرات الاحمدیہ اور لجنہ اماءاللہ وغیرہ)۔ اور اس تقسیم کا مقصد افراد جماعت کی بہتر نگرانی (نگرانی سے مراد صرف یہ کہ کوئی ذہنی طور پر بیدار نہ ہو جائے) کے ساتھ ساتھ یہ بھی تھا کہ اس طرح وہ ایک غیر جمہوری اور غیر اسلامی نظام میں عہدوں کے لالچ میں باہم دست و گریباں رہیں گے۔ اور بدقسمتی سے کیا جماعت احمدیہ میں یہی تماشہ دیکھنے میں نہیں آ رہا؟

فرعون اپنے مذہبی اور سیاسی اقتدار کی حفاظت کے لیے ابنائے اسرائیل کو تہہ تیغ کیا کرتا تھا۔ خلیفہ ثانی کو بھی حضرت مسیح موعودؑ کے روحانی فرزند یعنی زکی غلام سے یہی ڈر تھا۔ لہذا آپ نے بھی اپنی مذہبی سلطنت (خاندانی خلافت) کی بقا کیلئے یہی فرعونی حربہ استعمال کرتے ہوئے نہ صرف مصلح موعود کا جھوٹا دعوی کیا بلکہ ہر احمدی کے سر پر اخراج کی تلوار لٹکا کر اس سے آزادی ضمیر کا مسلمہ حق چھین لیا۔ کیا یہ اخراج انسانی قتل سے کم تھا اور ہے؟ اس سے بڑھ کر اور کیا قتل ہوگا کہ کسی انسان کی روح پر حملہ کر کے اسے زندہ لاش بنا دیا جائے؟

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے وقت امت مسلمہ نے آپؑ کی مخالفت ضرور کی تھی مگر یہ مخالفت انفرادی رنگ کی تھی۔ لیکن آپؑ نے اپنے بعد جس مسیحی نفس مصلح موعود کی خبر دی ہے خلیفہ ثانی اور اس کے جانشینوں نے اس کیلئے منظم جماعتی رنگ میں اخراج اور مقاطعہ کا وہ عذاب الیم تیار کیا جیسے دو ہزار سال پہلے یوروشلیم کے یہودیوں نے حضرت مسیح ابن مریم ناصری کے لیے تیار کیا تھا۔ اگر غور کیا جائے تو خاکسار کے مثیل مسیح ابن مریم ہونے کیلئے یہی مماثلت کافی ہے۔

کہتے ہیں ایک جھوٹ کو سچ بنانے کیلئے اگر سو جھوٹ بھی بولا جائے تب بھی وہ جھوٹ ہی رہتا ہے۔ یہی حال اس محمودی جھوٹ کا تھا اور ہے۔ آپکے بعد آپکے جانشینوں نے بھی آپکے اس جھوٹے دعوی مصلح موعود کو سچا بنانے کیلئے مزید غلطیاں کیں اور آنحضور ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم سے کلیتہً انحراف کرتے ہوئے ختم نبوت کی مانند مجددیت پر بھی خاتمیت کا ٹھپہ لگا دیا۔ یہ مایوس لوگ تھے اور انکو اللہ تعالی کی رحمت پر یقین نہیں تھا۔ اگر یقین ہوتا تو ایسے جرائم کبھی نہ کرتے۔ آیت خاتم النبیین کی بدولت اگر امت محمدیہ میں ختم نبوت کا غلط عقیدہ پیدا ہوا تو اس کی وجہ تو صاف ظاہر ہے کہ علمائے امت نے لفظ ''خاتم'' کے ظاہری معانی پر پنجہ مارا۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کے بعد جماعت احمدیہ میں ختم مجددیت کا غلط عقیدہ گھڑنے کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی کیونکہ آپؑ نے مجددیت کے متعلق بڑے واضح رنگ میں فرمایا ہے کہ یہ سلسلہ تا قیامت منقطع نہیں ہوگا۔

جس طرح آنحضور ﷺ نے اللہ تعالی سے خبر پا کر اپنے بعد ایک غلام (مہدیؑ) کی خبر دی تھی اسی طرح حضرت مہدیؑ نے بھی اللہ تعالی سے خبر پا کر اپنے بعد ایک زکی غلام کی خبر دی ہے۔ زکی غلام جس کی خبر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں موجود ہے اسی کو حضورؑ نے مصلح موعود کا نام دیا ہے اور یہی مصلح دراصل آئندہ صدی کا مجدد بھی تھا۔ ایک موعود مجدد ہونے کی خبر کے باوجود جماعت احمدیہ میں ختم مجددیت کا غلط عقیدہ گھڑنے سے بڑھ کر اور کیا فساد ہو سکتا ہے؟ اگر ختم مجددیت کا فتنہ پھیلانے والے یہ سمجھتے ہیں کہ خلیفہ ثانی ہی وہ موعود مجدد تھا تو یہ ان کی سخت غلطی ہے۔ کیونکہ خلیفہ ثانی تو اس موعود مجدد کی پیشگوئی کے دائرہ ہی میں نہیں آتے اور اگر آتے ہیں تو اس کا بار ثبوت محمودی خلفاء، علماء اور جہلا کے سر پر ہے۔

ایک صدی قبل حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ مریمؑ کے بیٹے کو مرنے دو کیونکہ اسی میں اسلام کی زندگی ہے۔ بالکل اسی طرح آج میں بھی افراد جماعت سے کہتا ہوں کہ خود ساختہ مصلح موعود سے متعلق اس جھوٹے عقیدے کو مرنے دو کیونکہ اسی میں اسلام اور احمدیت کی زندگی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا حیرانی ہو سکتی ہے کہ احباب جماعت آنکھیں بند کر کے ایک جھوٹے دعوی مصلح موعود کا دفاع کر رہے ہیں جس میں کوئی بھی صداقت نہیں؟ جماعت احمدیہ پہلے ہی دولخت ہو چکی ہے یا کر دی گئی ہے۔ اگر آج آپ اس موقعہ پر غافل رہے اور آپ نے اپنے ارباب و اختیار کا محاسبہ کر کے اس غلطی کا سدباب نہ کیا تو تاریخ تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گی کیونکہ

فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے ۔ کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

فرد کا ذاتی قصور تو قابل معافی ہو سکتا ہے کیونکہ یہ اس کا اور اسکے رب کا معاملہ ہے۔ لیکن جب کوئی ملت گناہ کرتی ہے، جب کوئی قوم من حیث القوم کسی برائی میں ملوث ہوتی ہے، جب کسی جماعت سے کوئی بھاری غلطی سرزد ہوتی ہے تو پھر اسے تاریخ کے کٹہرے میں کھڑا ہونا ہے۔ پھر اسے تاریخ کے انتقام سے کوئی نہیں بچا سکتا اور یہ تاریخ کا انتقام، خود خدا کا انتقام ہے۔

خیر اندیش

عبدالغفار جنبہ۔ کیل۔ جرمنی

۲ اپریل ۲۰۰۶ء